تعمیر بیت اللہ کے مقاصد
اور ہمارے فرائض

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲ ستمبر ۱۹۸۳ء بمقام مسجد احمدیہ ناصر آباد سندھ)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات تلاوت فرمائیں:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ
وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۶﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا
مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ
ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ
مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا
نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ
وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿۳۹﴾ (ابراہیم: ۳۶-۳۹)

اور پھر فرمایا:

ابھی چند دن تک انشاء اللہ تعالیٰ ہم مشرق کے دورہ پر پاکستان سے روانہ ہوں گے اور اس دورہ میں براعظم آسٹریلیا میں سب سے پہلی احمدیہ مسجد کی بنیاد رکھنے کا سب سے اہم فریضہ ادا کرنا ہے۔ یہ مسجد کی بنیاد بھی ہوگی اور مشن ہاؤس کی بنیاد بھی ہوگی یعنی اس مسجد کے ساتھ ایک بہت ہی عمدہ مشن ہاؤس کی عمارت بھی تعمیر ہوگی جہاں مبلغ اپنے ہر قسم کے فرائض پورے کر سکے گا۔ اس لحاظ سے یہ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایک بہت ہی اہم مسجد ہے کہ ایک نئے براعظم میں ہمیں اس کی بنیاد رکھنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اس سے قبل براعظم آسٹریلیا خالی پڑا تھا اور جماعت یہ تو کہہ سکتی تھی کہ دنیا کے ہر براعظم میں ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام کا پیغام پہنچایا ہے لیکن براعظم آسٹریلیا میں اگر پیغام پہنچا تو اتفاقاً، انفرادی کوشش سے پہنچا جماعت کی طرف سے کوئی باقاعدہ مشن نہیں بنایا گیا اور کوئی مسجد نہیں بنائی گئی تھی۔

مسجد کے لئے جو زمین لی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت باموقع اور کافی بڑا رقبہ ہے۔ آسٹریلیا کا ایک مشہور شہر سڈنی ہے۔ سڈنی سے تقریباً پچاس میل کے فاصلے کے اندر یہ جگہ واقع ہے اور بڑے بڑے شہروں میں پچاس میل کا فاصلہ کوئی چیز نہیں ہوا کرتا۔ ۲۷ ایکڑ سے کچھ زائد رقبہ ہے جس میں انشاء اللہ مسجد بھی بنائی جائے گی اور مشن ہاؤس بھی اور آئندہ جماعت کی دلچسپیوں کے لئے ہر قسم کے مواقع وہاں مہیا ہو سکیں گے۔ ۲۷ ایکڑ میں تو ماشاء اللہ ہمارا جلسہ سالانہ ہو سکتا ہے اس لئے ہم بڑی امید لے کر اتنا بڑا رقبہ لے رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ جلد اس کو بھر بھی دے اور چھوٹا بھی کر دے اور یوں ہماری توقعات ناکام ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل اس سے بہت آگے نکل جائیں، ان دعاؤں کے ساتھ انشاء اللہ اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا جائے گا۔

پاکستان سے اس سفر پر روانہ ہونے سے پہلے میرا یہ آخری خطبہ ہوگا اس لئے میں نے اس مسجد کے ذکر اور مساجد کی تعمیر کے مضمون ہی کو آج کے خطبہ کا موضوع بنایا ہے۔

سب سے اہم مسجد جو دنیا میں تعمیر کی گئی اور جس کے مقاصد میں آنحضرت ﷺ کی بعثت شامل تھی وہ بیت الحرام ہے یعنی خدا کا وہ پہلا گھر جو مکہ میں بنایا گیا۔ اس گھر سے پہلے وہاں کوئی شہر آباد نہیں تھا اس لئے ’’مکہ میں بنایا گیا‘‘ کے الفاظ شاید اس مضمون کو پوری طرح واضح نہیں کرتے۔ جب بھی خدا کا یہ گھر بنایا گیا اس کی تفصیلی تاریخ ہمارے پاس محفوظ نہیں قرآن کریم سے صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ:

اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ (آل عمران: ۹۷)

کہ وہ پہلا گھر جو خدا کی عبادت کی خاطر تمام بنی نوع انسان کے لئے بنایا گیا۔ لِلنَّاسِ کے لفظ میں کوئی مذہبی تفریق نہیں رکھی گئی بلکہ خدا تعالیٰ نے ایسا فقرہ استعمال فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گھر نہ مسلمانوں کا ہے، نہ ہندوؤں کا ہے، نہ عیسائیوں کا، کسی مذہب کا نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لئے خدا تعالیٰ کی عبادت کی خاطر بنایا گیا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ آئندہ زمانہ میں اس گھر میں وہ نبی پیدا ہوگا جس کے ذریعہ سارے بنی نوع انسان دین واحد پر اکٹھے ہوں گے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ دو ہی دفعہ دنیا ایک ہاتھ پر اکٹھی ہوسکتی ہے۔ ایک آغاز پر اور ایک انجام پر۔ نبوت کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعہ ہوا اور اس وقت کوئی تفریق نہیں تھی، اس وقت بھی 'ناس' ہی مخاطب تھے، کوئی مذہبی امتیاز نہیں تھا اور پہلا گھر غالباً حضرت آدمؑ نے بنایا ہے کیونکہ حضرت آدمؑ نے لازماً کوئی مسجد بنائی ہوگی اور اس سے پہلے نبوت کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس گھر کی بنیاد رکھی ہے اور اس وقت چونکہ مذہب کی تفریق نہیں تھی اس لئے آپ لِلنَّاسِ تھے۔ تمام بنی نوع انسان اور حضرت آدمؑ ایک ہی چیز کے دو نام تھے۔ آپؑ بیج تھے اس آدمیت کا جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے مکالمہ ومخاطبہ کے لئے چنا اور دوسری مرتبہ تب بنی نوع انسان کو مخاطب کیا جا سکتا تھا جب سارے بنی نوع انسان کو ایک دین کی طرف بلانے والا رسول آجائے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس لئے یہ عبارت بڑی فصیح و بلیغ اور معنی خیز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ اس میں یہ نہیں فرمایا کہ پہلا گھر جو تھا وہ ابراہیمؑ کے لئے بنایا گیا یا داؤدؑ کے لئے بنایا گیا یا موسیٰؑ کے لئے بنایا گیا یا نوحؑ کے لئے بنایا گیا بلکہ یہ فرمایا کہ یہ ناس کے لئے بنایا گیا ہے۔ جب بنایا گیا تھا اس وقت بھی سارے انسان اس سے وابستہ تھے اور اس کا انجام بھی ایسا ہوگا کہ تمام بنی نوع انسان اس گھر میں ایک خدا کی عبادت کے لئے اکٹھے ہوں گے یعنی رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ اور کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ رسول ظاہر ہو چکا ہوگا اس لئے میں نے کہا ہے کہ اس کے مقاصد میں سے سب سے بڑا مقصد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت تھی، گویا آپؐ کے پیدا ہونے پر اس گھر کے مقاصد کی تکمیل ہوئی، وہ توحید کا علمبردار، وہ خدائے واحد کی پرستش کرنے والا آگیا جس کی پرستش ہی خدا کو مقصود اور منظور تھی اور اس کی عبادت کے مقابل پر ساری کائنات کے عبادت

کرنے والوں کی عبادت ہیچ تھی۔

اس موقع پر جب کہ یہ عظیم الشان گھر آباد ہوا کیا واقعات گزرے اس کا انسانی تاریخ کوئی ذکر نہیں کرتی۔ صرف ایک قرآن کریم ہے جس نے یہ ذکر کیا ہے کہ پہلا گھر اللہ کی عبادت کے لئے وہی ہے جو بکہ کے پاس موجود ہے۔ البتہ قرآن کریم نے اس کی تعمیر نو کا کسی قدر تفصیل سے ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس گھر کو اللہ کے منشا کے مطابق دوبارہ آباد کرنے کا فیصلہ کیا تو اس وقت کیا واقعات گزرے۔ وہ ایسے واقعات ہیں جن کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا گیا ہے ان لوگوں کی خاطر جو خدا کا گھر بنانے کی نیت کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پاک سنت پر عمل کئے بغیر اگر کوئی گھر بنایا جاتا ہے تو اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں۔ اگر اس میں وہ روح نہیں ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیش نظر تھی تو تب بھی اس گھر کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لوگ خدا کی خاطر بڑے بڑے گھر بناتے ہیں اور ان پر ارب ہا ارب روپیہ خرچ کر دیتے ہیں مگر اس گھر سے ان کو کوئی بھی نسبت نہیں ہوتی جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ازسرنو تعمیر کیا تھا اور وہاں کسی بادشاہت کا روپیہ استعمال نہیں ہوا، کوئی بڑے بڑے انجینئر نہیں آئے، فن تعمیر کے کوئی ماہرین نہیں اکٹھے کئے جو دنیا کے عظیم الشان معمار کہلاتے ہوں، کوئی قومیں مزدور نہیں بنائی گئیں۔ اللہ تعالیٰ اتنا فرماتا ہے کہ جب خانہ کعبہ کی تعمیر نو ہوئی تو باپ معمار تھا اور بیٹا مزدور اور بیٹا اتنی چھوٹی عمر کا تھا کہ بمشکل دوڑنے بھاگنے کے قابل ہوا تھا۔ اس وقت خدا کے نبی نے خود اپنے ہاتھوں سے اس گھر کی تعمیر کی۔ پتھر اکٹھے کئے، بنیادیں کھودیں جو ریت کے تلے چھپ گئی تھیں۔ حضرت رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیلؑ کو لے کر آئے ہیں تو تلاش کرتے پھرتے تھے کہ وہ پہلا گھر ہے کہاں۔ چنانچہ ریت کے اندر سے پرانے زمانے کے منہدم گھر میں سے چھوٹی سی دیوار باہر نکلی ہوئی دکھائی دی۔ اس دیوار پر آپ نے اپنے بچے کو بٹھایا اور پھر تلاش شروع کی کہ کس طرح اس گھر کی دوبارہ تعمیر کرنی چاہئے، کیا نقشہ بنے گا لیکن چونکہ حضرت اسمٰعیلؑ کا اس تعمیر نو میں شامل ہونا عنداللہ ضروری تھا اس لئے اس وقت تعمیر نو نہیں ہوئی۔ اس وقت خدا نے ٹال دیا اس وقت کو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اب تم ان کو چھوڑ کر یہاں سے چلے جاؤ اور تعمیر کا جو کام اسماعیلؑ سے لینا تھا وہ خواب میں دکھایا گیا کہ اس گھر کے پاس ان کو لے کر جا رہے

ہیں (تاریخ الامم والملوک (تاریخ طبری) باب ذکر امر بناء البیت جلد۱) ۔اس وقت اس کو ٹال دینے میں بہت بڑی حکمت تھی بلکہ ایک سے زائد حکمتیں تھیں ۔ایک تو یہی کہ آپؑ کے جس بیٹے کی نسل سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے پیدا ہونا تھا اور جس نے اس شاخ کو بنو اسحاق سے ممتاز کر دینا تھا وہ بیٹا ابھی اس قابل نہیں تھا کہ اس گھر کی تعمیر میں حصہ لے سکے۔ دوسرے ایسی وادی میں چھوڑ کر جا رہے تھے جہاں نہ پانی کا انتظام تھا اور نہ کھانے کا اور اللہ تعالیٰ یہ خبر دے چکا تھا کہ میں نے تم سے ایک گھر بنوانا ہے اور گھر ابھی بنوایا نہیں تھا، اس سے بڑی زندگی کی کوئی اور ضمانت نہیں ہو سکتی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس سے زیادہ تسلی نہیں دی جا سکتی تھی کہ جب تک تم دوبارہ نہ آؤ اور (آپؑ وہاں بار بار آئے) جب تک اسمٰعیلؑ اس قابل نہ ہو کہ تمہارے ساتھ مل کر خانہ کعبہ کی تعمیر کرے اس وقت تک ان کو کوئی فکر نہیں۔ خدا تعالیٰ کے پیار کا کیسا عظیم الشان سلوک تھا اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا توکل بھی کتنا عظیم الشان تھا کہ اس حالت میں بیوی اور بچے کو چھوڑ کر جا رہے ہیں اور پھر بیوی کی ایمانی کیفیت یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جب وہ ان کو چھوڑ کر جانے لگے تو اچانک رخصت ہوئے اور ایک طرف کا رخ اختیار کر لیا۔ بیوی اور بچہ وہیں پڑے ہوئے تھے ان کو پانی کا ایک مشکیزہ دے گئے اور کچھ کھجوریں چھوڑ گئے ۔حضرت ہاجرہ کو محسوس ہوا کہ یہ تو ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں ۔انہوں نے آوازیں دیں لیکن حضرت ابراہیمؑ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر بے قرار ہو کر پیچھے دوڑیں لیکن آپ کی آواز شدت غم سے بھرّا گئی ۔آنکھوں میں آنسو آ رہے تھے، ڈرتے تھے کہ اگر بات کروں گا تو رو پڑوں گا۔آپؑ اس موقع پر پورا صبر کرنا چاہتے تھے اس لئے آپؑ جواب نہیں دیتے تھے اور نہ مڑ کر دیکھتے تھے۔آخر حضرت ہاجرہ نے صرف ایک سوال کیا۔انہوں نے کہا مجھے صرف اتنا بتا دیں کہ کیا خدا کی خاطر ایسا کر رہے ہیں؟ کیا اللہ کا حکم ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر میں راضی ہو جاؤں گی پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں ۔(تاریخ الامم والملوک (تاریخ طبری) باب ذکر امر بناء البیت جلد۱)

اس سوال میں بڑی عجیب بات تھی ۔اس میں عورت کی فطرت کا ایک خاص راز تھا۔ حضرت ہاجرہ حضرت سارہ پر سوکن بن کر آئی تھیں اور آپ کو پتہ تھا کہ حضرت سارہ ان کو پسند نہیں کرتیں اور کئی دفعہ ابراہیم علیہ السلام کو کہہ چکی ہیں کہ اس کو گھر سے نکال دو۔ یہ وہ بے قراری تھی جو ان کے دل کو لگی ہوئی تھی کہ مجھے یہ بتا دیں کہ میرے خدا کی خاطر ایسا کر رہے ہیں یا سوکن کی خاطر کر رہے

ہیں؟ اگر خدا کی خاطر ہے تو مجھے ٹھنڈ پڑ جائے گی چاہے میں یہاں پیاس کے مارے تڑپ تڑپ کر جان دے دوں اور اگر میری سوکن کی خاطر ہے تو پھر تو بے قراری کی آگ اور بھی زیادہ بڑھے گی۔ ایک آپؑ کو چھوڑنے کا دکھ، ایک ان حالات کا دکھ اور اوپر سے یہ سوتاپا کہ ایک بیوی کی خاطر دوسری بیوی کو یہ چھوڑ کر جارہے ہیں۔ جب انہوں نے یہ کہا کہ کیا خدا کی خاطر چھوڑ کر جارہے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور سر ہلایا پھر حضرت ہاجرہ بڑے اطمینان سے آکر اسماعیلؑ کے پاس بیٹھ گئیں۔ یہ ہے اس گھر کے پاس آباد کرنے کا آغاز اور اس وقت کی جو دعائیں ہیں ان میں کسی شہر کا ذکر نہیں ملتا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب سے عرض کرتے ہیں رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا اے خدا! اس جگہ کو بَلَدًا اٰمِنًا بنا دے۔ معلوم ہوتا ہے اس وقت وہاں کسی کی جھونپڑی تک نہ تھی۔ کھلا صحرا تھا جس میں نہ کوئی درخت تھا نہ کوئی سایہ۔ وہی ایک Mound یعنی چھوٹا سا ٹیلہ بن گیا تھا ایک کھنڈر کے اوپر بس یہی ایک اونچی جگہ تھی اور دعا سے پتہ چل رہا ہے کہ وہاں کچھ نہیں تھا کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا یہ تھی:

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا (البقرۃ:۱۲۷)

اے خدا! تو اس چٹیل جگہ کو ایسے شہر میں تبدیل فرما دے جو امن کی جگہ ہو۔ جب تعمیر نو کی ہے تو اس وقت تو شہر بن چکا تھا اس عرصہ میں۔ پھر جب وہ دوبارہ آئے ہیں تو وہاں جرہم قبیلے کا ایک قافلہ آباد ہو چکا تھا اور کچھ اور لوگوں نے بھی گھر بنا لئے تھے۔ جب آکر دیکھا تو نقشہ بدلا ہوا تھا۔ ایک بیوی اور بچے کی بجائے ایک پورا قبیلہ وہاں آباد ہو گیا تھا۔ وہاں جو دعا کی ہے وہ یہ ہے:

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا (ابراہیم:۳۶)

اے خدا اس شہر کو جو یہاں آباد ہو چکا ہے امن کی جگہ بنا دے۔ ایک لمبے عرصہ تک رابطہ رہا اور جب حضرت اسمٰعیلؑ دوڑنے پھرنے کے قابل ہوئے تو دو واقعات یہاں گزرے ہیں، ایک خدا کے پہلے گھر کی تعمیر نو جس میں دونوں باپ بیٹے نے حصہ لیا اور دوسرے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی۔

پس خدا کے گھر بنانے سے پہلے جو پس منظر ہے وہ سوچئے کتنا دردناک ہے اور کتنا عظیم الشان ہے، کتنے گہرے محبت اور عشق کے جذبات ہیں جو اللہ اور بندے کے درمیان چل رہے ہیں اور پھر اس گھر کی تعمیر ہو رہی ہے اور بظاہر یہ گھر اتنا معمولی ہے کہ باپ بیٹے نے مل کر چند پتھر رکھے ہیں

سیدھے یا ٹیڑھے جیسے بھی ان بے چاروں سے رکھے گئے ۔ وہ جانتے ہی نہیں تھی کہ تعمیر کس طرح کیا کرتے ہیں لیکن سب سے زیادہ پیار کی نگاہیں جس گھر پر خدا کی پڑی ہیں وہ یہی گھر ہے۔ سب سے زیادہ عبادت کرنے والے جس عظیم الشان وجود نے اس گھر کو آباد کرنا تھا وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت کا مطالبہ کیا گیا تھا اور جن الفاظ میں آپؑ نے دعا کی انہی الفاظ میں قبولیت کی خبر دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا یہ تھی کہ:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ (البقرۃ:۱۳۰)

اے ہمارے رب ! اِبْعَثْ فِيهِمْ ان لوگوں میں جن کو میں نے یہاں آباد کیا ہے ان میں وہ نبی مبعوث فرما، وہ نبی سے مراد وہ نبی جس کی خوشخبریاں اللہ تعالیٰ پہلے نبیوں کو دیتا آرہا تھا۔ فرمایا اس گھر سے زیادہ اور کوئی گھر مستحق نہیں ہے جسے میں اور میرا بیٹا بنا رہے ہیں اور جو ایسی عظیم الشان قربانیوں کے ساتھ بنایا گیا ہے کہ تو یہاں وہ نبی مبعوث فرما۔ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت رسول اکرم ﷺ کی بعثت کے لئے چار دعائیں کیں کہ اس نبی کو یہ چار صفات عطا فرما يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وہ بنی نوع انسان پر تیری آیتیں تلاوت کرے ۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ اور کتاب کی تعلیم دے یعنی شریعت عطا کرے وَالْحِكْمَةَ اور اس شریعت کی ساتھ حکمتیں بھی بیان فرمائے۔ کوئی ایسا نبی نہ ہو جو یہ کہے کہ مانو، نہیں تو جاؤ جہنم میں بلکہ دلوں کو بھی قائل کرے، دماغ کو بھی قائل کرے ۔ وَيُزَكِّيهِمْ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوچا جب یہ تین خبریں ہو جائیں گی تو تزکیہ نفس تو ایک لازمی حصہ ہے۔ جس قوم کو ایسا رسول ملے جو اللہ کی آیتیں تلاوت کرے، پھر اس کو تعلیم کتاب دے، پھر اس کی حکمتیں بتائے، اس کا تزکیہ تو ایک طبعی بات ہے ۔ خدا تعالیٰ نے اس دعا کو انہی الفاظ میں قبول فرمایا لیکن ایک فرق کے ساتھ اور وہ یہ کہ اس دعا کے الفاظ کی ترتیب بدل دی۔ اور یہ بتایا کہ بندہ کی سوچ اور ہوتی ہے اور خالق و مالک اور علیم و حکیم خدا کی سوچ اور ہوتی ہے۔ ایسا باریک فرق کر دیا ہے کہ اس سے دعا کی شان کو بڑھا دیا ہے۔ سورۃ جمعہ میں اس دعا کی قبولیت کا اعلان ملتا ہے ۔ فرمایا هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ (الجمعہ:۳) دیکھو! ابراہیم کی دعا سنی گئی ۔ یہ وہی خدا ہے جس نے انہی لوگوں میں سے وہ رسول برپا کر دیا جس کے

متعلق دعا کی گئی تھی یَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وہ ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، وَيُزَكِّيْهِمْ اوران کا تزکیہ کرتا ہے۔ یہاں تزکیہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے آخر پر رکھا تھا اللہ تعالیٰ اس کو پہلے لے آیا۔ پہلے پاک کرتا ہے۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (الجمعۃ:۳) پھر تعلیم کتاب دیتا ہے پھران کو حکمتیں بتاتا ہے۔

اگر آپ غور کریں تو اس میں اللہ تعالیٰ نے صرف ترتیب بدلنے سے حیرت انگیز اصلاح فرمائی ہے اور اسلام کی شان کی طرف بھی روشنی ڈال دی کہ کتنا عظیم الشان مذہب ہے جو اب ظاہر ہونے والا ہے۔ پہلے مذاہب کی انتہا ہوا کرتی تھی تزکیہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مذاہب کا جو دستور دیکھا تھا جو تاریخ ان کے سامنے کھلی تھی اس سے انہوں نے یہی سمجھا کہ انبیاء ہمیشہ پہلے تعلیم دیتے ہیں، حکمتیں سکھاتے ہیں پھر اس کے نتیجہ میں تزکیہ ہوتا ہے اور تزکیہ مقصود ہے یہ آخری خبر ہے۔ خدا تعالیٰ نے بتایا کہ اب دنیا میں ایک اور مذہب آنے والا ہے یہ مزکیوں کو اٹھائے گا اور مزید بلند تر مقامات پر لے جائے گا۔ اس سکول میں داخل ہونے کے لئے ڈگری زیادہ اونچی ہونی چاہئے۔ جس طرح ابتدائی سکول میں پرائمری کے لئے اور قابلیت کی ضرورت ہوا کرتی ہے، ہائی سکول کے لئے اور ضرورت ہوتی ہے اور ڈگریوں کے لئے اور ضرورت ہوتی ہے۔

پس اس ترتیب نے مذہب اسلام کا مقام بہت بلند کر دیا۔ خدا نے فرمایا نہیں اب تو تزکیہ والے لوگ ہی یہاں داخل ہو سکیں گے، وہی فائدہ اٹھائیں گے گندے اور ناپاک لوگوں کے لئے یہاں جگہ ہی کوئی نہیں۔ پہلے تزکیہ ہوگا پھر تم اس لائق ہو گے کہ اسلام کی باتیں سمجھو۔ تزکیہ کے بغیر نہ اس کی تعلیم سمجھ میں آنی ہے، نہ اس کی حکمتیں معلوم کر سکو گے اور بعینہٖ یہی وہ مضمون ہے جس سے قرآن کریم کا آغاز ہو رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے یہ کسی بندہ کا کلام نہیں۔ آیات کے درمیان اتنا گہرا اور اتنا مضبوط ربط ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ پہلے تو رسول کا تعارف تھا اب کتاب کا تعارف سنیے۔ فرمایا ذٰلِكَ الْكِتٰبُ یہ وہی کتاب ہے جس طرح فرمایا یہ وہی رسول ہے جس کے لئے دعا کی گئی تھی اسی طرح فرمایا یہ وہی کتاب ہے جس نے آنا تھا۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ اس میں کوئی شک نہیں۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرہ:۳) لیکن یہ وہ ہدایت نہیں ہے جو غیر متقی کو بھی مل سکے۔ تزکیہ والے لوگ اور متقی ایک ہی چیز کے دو نام ہیں فرمایا اس کتاب سے استفادہ کے لئے تقویٰ شرط ہے یعنی پہلے تزکیہ

نفس ہو پھر یہ کتاب آگے بڑھائے گی۔اور جن کا دل پاک نہیں ہے، جو گندے لوگ ہیں ان کو اس کتاب سے کچھ بھی نہیں ملنا، وہ یہ سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ان کا مقام وہ نہیں ہے، ان کی ڈگریاں اس قابل نہیں ہیں کہ ان کو اس عظیم الشان کالج میں داخل کیا جائے جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا مکتب ہے۔

اس کے علاوہ شان محمد مصطفیٰ ﷺ ایک اور طرح بھی ظاہر فرمائی ہے۔فرمایا یہ وہ رسول نہیں ہے جو یہ انتظار کرے گا کہ تعلیم دے اور پھر تمہارا تزکیہ کرے۔اس میں عظیم الشان قوت قدسیہ ہے۔ ان پڑھوں میں سے آیا اور انہی میں آیا، ان پڑھوں میں پیدا ہوا اور ان میں سے ایک تھا۔ یہاں سے بات شروع ہوئی ہے اور فرماتا ہے یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ تعلیم بھی دے گا کتاب بھی سکھائے گا مگر یہ تو لمبا عرصہ ہے ان پڑھوں کو کہاں تک تعلیم دی جائے کہاں تک ان کے تزکیہ کا انتظار کیا جائے۔فرمایا یہ اتنا عظیم الشان رسول ہے اور ایسی عظیم الشان قوت قدسیہ ہے اس کی کہ اس کو ملنا، اس کو دیکھنا ہی پاک ہونے کے مترادف ہے اور پہلے پاک کرے گا پھر پڑھائے گا اور تعلیم دے گا۔

دوسرے معنوں میں اس کتاب والے مضمون کو ایک اور رنگ میں پیش فرمایا اور بتایا کہ یہ ایسا رسول ہے جو خود ہی کپڑوں کو دھوتا بھی ہے کیونکہ اس نے رنگ ڈالنا ہے۔جس طرح ایک اچھا رنگ ریز ایسے رنگ کے متعلق جو ہر کپڑا پکڑ نہیں سکتا پہلے اس کے داغ صاف کرتا ہے۔اس رنگ کو قبول کرنے کے لئے پہلے اسے اچھی طرح تیار کرتا ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ تمہیں جو رنگ دینے آئے ہیں وہ ہر کپڑے پر چڑھ نہیں سکتا لیکن اب تم مطالبہ کرو گے کہ ہم کیسے تیار ہوں تو فرمایا محمد مصطفیٰ ﷺ سے تعلق پیدا کرلو، یہ خود تمہیں صاف کرے گا، خود تیار کرے گا، وہ دلوں کو پاکیزگی بخشے گا جس کے بعد پھر اسلام کی تعلیم سمجھ آسکتی ہے اور اس کی حکمتیں سمجھ آسکتی ہیں اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے وہ شعر کہا جسے آپؑ کے شدید ترین دشمن بھی سنتے تھے تو سر دھنتے تھے اور بعض نے اپنی مساجد پر اس شعر کو لکھوایا کہ

؎ اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہان محمدؐ (درثمین فارسی صفحہ ۱۴۱)

کہ اے محمد مصطفیٰ ﷺ کی صداقت کی دلیل ڈھونڈنے والے کیا تم نے کبھی سورج کی دلیل بھی ڈھونڈی ہے، سورج تو اپنی صداقت کی دلیل آپ ہوا کرتا ہے یہ تو ایسی سچائی اور پاکیزگی کا سورج چڑھ گیا ہے کہ پہلی مرتبہ دنیا میں یہ واقع ہوا ہے کہ یہ حسن کامل اپنی دلیل خود لے کر آیا ہے اس لئے تم

اگر دلیل ڈھونڈتے ہو تو اس کے عاشق بن جاؤ اس کے سوا اور کوئی دلیل نہیں ہے۔ دنیا کا محبوب ظاہر ہو چکا ہے۔ محمدؐ ہست برہان محمدؐ۔ محمدؐ اپنی آپ دلیل ہے۔ سب سے زیادہ شاندار دلیل آپؐ کی صفات حسنہ ہیں آپؐ کی قوت قدسیہ ہے اور وہ سب کو پاک کرتی ہے اور پھر انہیں الٰہی رنگ چڑھانے کے لئے تیار کرتی ہے۔ چنانچہ یہ دعا تھی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک چھوٹے سے کھنڈر کے اوپر جس کو بڑی محنت سے آپؑ نے تلاش کیا الٰہی ہدایت کے مطابق، ورنہ وہ کھنڈر تلاش بھی نہیں ہونا تھا۔ آپؑ کوئی جغرافیہ دان نہیں تھے، کوئی کمپاس آپؑ کے پاس نہیں تھی، خواب دیکھی اور بیوی بچے کو لے کر چل پڑے اور اس زمانہ میں سینکڑوں میل کا سفر اختیار کیا اور پھر ایک جگہ ساحل سمندر پر آپؑ نے اونٹ وغیرہ چھوڑے اور وہاں سے پھر پیدل نکلے ہیں اور واپس اس حال میں لوٹے ہیں کہ نہ بیوی ساتھ تھی نہ بچہ ساتھ تھا ایک توکل تھا اللہ تعالیٰ پر اور یقین تھا کہ یہ وہ گھر ہے جو سب گھروں سے زیادہ شاندار بننے والا ہے۔

پس ظاہری تعمیر کی کوئی بھی حقیقت نہیں۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ایسی ایسی حکومتیں ہیں جو خدا کے گھر بنا رہی ہیں کہ ہمارے صد سالہ منصوبے پر جتنی رقم خرچ ہونی ہے اس سے کئی گنا زیادہ رقم وہ ایک مسجد کی تعمیر پر لگا دیتی ہیں یعنی ہمارا صد سالہ منصوبہ دس کروڑ کا تھا اور اس میں سے ابھی تک نصف کے قریب رقم وصول ہوئی ہے یعنی ساری جماعت کی غریبانہ کوششوں کا یہ حال ہے اور دوسری طرف یہاں اس ملک میں بھی ایسی مساجد عطیہ کے طور پر بنائی گئی ہیں جن کے اوپر ایک ارب روپے سے زیادہ لاگت اٹھ رہی ہے اور بعض کئی کئی ارب روپے کی ڈیزائن ہو رہی ہیں۔ پس جہاں تک ظاہری شان و شوکت کا تعلق ہے ہم تو اس میدان کے کھلاڑی ہی نہیں ہیں، نہ اس سے ہمیں کوئی فرق پڑتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں دیکھو فلاں نے کتنی شاندار مسجد بنوائی ہے، ہم کہتے ہیں ٹھیک ہے بہت شاندار بنوائی ہوگی لیکن ہمیں تو وہ شان چاہئے جس پر اللہ کے پیار کی نظر پڑے جسے خدا کے انبیاء کا دستور العمل شاندار قرار دے اور وہ شاندار عمارت تو جیسا کہ میں نے بتایا بڑی غریبانہ حالت میں تعمیر ہوئی تھی۔

دوسری طرف ایک اور عمارت تھی اگر یہ اول المساجد تھی تو وہ آخر المساجد کہلائی اور وہ مسجد نبویؐ تھی جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ میں تعمیر فرمائی اور اس مسجد کی شان بھی سن لیجئے کہ کیا تھی۔ گھاس پھوس کی چھت تھی، فرش پر کوئی ٹائل نہیں تھے کوئی پختہ اینٹیں نہیں تھیں۔

بارش ہوتی تو چھت ٹپکتی تھی تو کیچڑ ہو جاتا تھا اور اس کیچڑ میں سجدہ کرتے وقت لوگوں کے ماتھے اور ناک کیچڑ سے لت پت ہو جاتے تھے لیکن وہ مسجد خدا ئی نظر میں جو شان رکھتی تھی کسی دوسری مسجد کو اس سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔

پس اول اور آخری دو مسجدیں ہمیں معلوم ہیں کہ جو ساری مساجد میں سب سے زیادہ شاندار ہیں اور میری دعا ہے کہ ہم ہمیشہ جب بھی مسجدیں بنائیں انہی مساجد کے نمونہ پر بنائیں، اسی طرح دعاؤں کے ساتھ اور گریہ وزاری کے ساتھ بنائیں اور بھول جائیں اس بات کو کہ ان کی ظاہری شان وشوکت دنیا کو پسند بھی آتی ہے یا نہیں۔ ہاں یہ دعا کریں کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی کہ اے خدا! ان میں پھر عبادت کرنے والے پیدا کرنا جو عبادت کا حق ادا کرنے والے ہوں۔ چنانچہ بڑے درد کے ساتھ وہ خدا تعالیٰ کے حضور عرض کرتے ہیں کہ اے خدا! میں بتوں سے تو بہت بیزار ہوں، شرک نے دنیا میں ایک آفت ڈھا رکھی ہے۔ وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ مجھے اور میرے بیٹے کو تو شرک سے محفوظ رکھنا کسی قسم کے شرک میں ہم ملوث نہ ہوں۔ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ اے خدا! بہت دنیا کو بتوں نے تباہ کیا ہے اور شرک نے ہلاک کر دیا ہے فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ پس اے خدا! جو میری پیروی کرے گا وہ تو شرک سے پاک رہے گا وہ تو میرا ہے اور جو میری پیروی نہیں کرے گا اس کے سوا مسجدیں بنائے گا اور عبادت کے لئے بڑے بڑے گھر تعمیر کرے گا مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے لیکن اس کے متعلق بھی میں اتنا عرض کرتا ہوں فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تو غفور رحیم ہے ان کے لئے بھی بخشش کے سامان پیدا کرنا رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ کے الفاظ میں یہ دعا اپنے درد کے معراج کو پہنچتی ہے۔ کہتے ہیں اے خدا! اس گھر کی خاطر جو میں اور میرا بیٹا یہاں تعمیر کر رہے ہیں اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ میں نے اپنی ذریت کو یہاں آباد کیا جبکہ یہ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ تھی یہاں گھاس کا ایک تنکا بھی نہیں اگتا۔ ایسا بیابان علاقہ تھا عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ میں نے ڈھونڈا وہ گھر کون سا ہے جو تیری خاطر بنایا گیا تھا اور وہاں میں نے اس کو آباد کیا۔ کیوں آباد کیا رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اے خدا اس لئے آباد کیا کہ تیری عبادت کی جائے فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ

اِلَيۡهِمۡ وَارۡزُقۡهُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَشۡكُرُوۡنَ پس تو اب لوگوں کے دل بھی مائل کر دینا۔ یہ زمین تو کچھ نہیں اگاتی لیکن ساری زمینیں تیری ہیں جو اگاتی ہیں۔ تو اگر چاہے تو سب کے پھل دوڑتے ہوئے اس کی طرف چلے آئیں۔ پس دنیا کی زمینیں جو پھل اگائیں گی میری دعا یہ ہے کہ اس زمین کی طرف ان کا رخ پھیر دینا اور یہاں رہنے والوں کو یہ شکوہ نہ رہے کہ انہیں بِوَادٍ غَيۡرِ ذِيۡ زَرۡعٍ میں آباد کیا گیا تھا اور اے خدا! اِنَّكَ تَعۡلَمُ مَا نُخۡفِيۡ وَمَا نُعۡلِنُ میں نے بہت بڑے دعوے کئے ہیں کہ یہ سب کچھ تیری خاطر کر رہا ہوں لیکن یہ بھی جانتا ہوں کہ بعض ایسی باتیں بھی ہیں جو مجھے نہیں معلوم اپنے دل کی اور تو ان کو بھی جانتا ہے اس لئے انسانی دعوے کی کوئی بھی حیثیت نہیں۔ آخر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو عاجزانہ بات کی ہے وہیں جا کر تان ٹوٹتی ہے کہ اِنَّكَ تَعۡلَمُ مَا نُخۡفِيۡ وَمَا نُعۡلِنُ تو جانتا ہے کہ ہم جسے چھپائے ہوئے ہیں اور جسے ظاہر کر رہے ہیں وَمَا يَخۡفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنۡ شَيۡءٍ فِي الۡاَرۡضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ اور اللہ پر زمین و آسمان کی کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔ پس جماعت احمدیہ کو ان دو مساجد سے جن کا میں نے ذکر کیا ہے یعنی اول بیت اور آخر المساجد سے سبق لینا چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ یہ مساجد محض عبادت کی خاطر تعمیر کی گئی تھیں۔ اگر ہم ساری دنیا میں مساجد آباد کرنے کا پروگرام بنالیں، اگر خدا ہمیں توفیق دے کہ براعظم آسٹریلیا کا کیا سوال ہے ہر ہر شہر اور ہر ہر بستی میں مساجد بنائیں لیکن اگر مساجد بنانے والوں کے دل تقویٰ سے خالی ہوں اور وہ خود خدا کے گھروں کو آباد کرنے کی اہلیت نہ رکھتے ہوں، اگر ان کے اندر وہ ابراہیمی صفت نہ ہو اور آنحضرت ﷺ کی عبادات کا رنگ نہ ہو، وہ خالص نیتیں نہ ہوں جو اللہ کے لئے خالص ہو جایا کرتی ہیں، وہ زینتیں نہ ہوں جو زینتیں لے کر متقی خدا کے گھروں تک پہنچا کرتے ہیں پھر ان گھروں کی تعمیر کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ یہ سارے سفر بے کار ہیں اور یہ سارے پیسے ضائع کئے جا رہے ہیں ان میں کوئی حقیقت نہیں اس لئے جماعت احمدیہ ہر دفعہ جب کوئی مسجد بناتی ہے تو ایک نئے عزم کے ساتھ ہمیں عبادت پر قائم ہو جانا چاہئے۔ میں اس یقین کے ساتھ ملک سے باہر جاؤں کہ جماعت احمدیہ میں جو پہلے عبادت میں کمزور تھے اب وہ عبادت میں اور زیادہ مضبوط ہو گئے ہیں اور جو پہلے عبادت کرتے تھے وہ پہلے سے بھی بڑھ کر عبادت کا حق ادا کرنے لگے ہیں۔ مجھے وہاں یہ محسوس ہو کہ جماعت اپنی عبادت میں اس طرح ترقی کر رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیار اور

رحم کی نظریں ہم پر پڑ رہی ہیں۔ آپ کی عبادت ہی ہے جس نے اس پروگرام کو رونق بخشی ہے، آپ کی عبادت ہی ہے جو اس پروگرام میں خلوص اور سچائی بھر دے گی ورنہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے دنیا تو اس سے بہت بڑی بڑی مسجدیں بنا رہی ہے ان کے مقابل پر ہماری مسجد کی کوئی بھی حیثیت نہیں۔ آپ خلوص نیت کے ساتھ عبادت پر قائم ہو جائیں، عبادت کا حق ادا کرنا سیکھ لیں اپنی بیوی اور بچوں کو نمازیں پڑھائیں اور سمجھ کر نماز پڑھنے کی عادت ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ کا پیار اور محبت پیدا کریں پھر دیکھیں کہ جس طرح اس پہلے گھر کی طرف لوگوں کے دل مائل ہو گئے تھے اسی طرح خدا کے اس نئے گھر کی طرف اہل آسٹریلیا کے دل مائل ہو جائیں گے۔ پھر دنیا کی کوئی طاقت ان کو اس گھر میں آنے سے روک نہیں سکے گی اور وہ ویرانہ یعنی آسٹریلیا جو روحانی لحاظ سے ویران پڑا ہوا ہے وہاں خدا کی عبادت کی خاطر ہم جو گھر بنانے والے ہیں اس کی مثال بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس گھر سے ملتی جلتی ہے، وہ ظاہری طور پر بھی ویران جگہ تھی اور روحانی طور پر بھی لیکن آسٹریلیا روحانی طور پر کلیۃً ویران ہے اس لئے دعائیں کریں اور بہت دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری نیکی اور خلوص اور ہماری عبادت کی سچی روح کو قبول فرمائے اور کثرت کے ساتھ دلوں کو اس گھر کی طرف مائل کر دے جو ہم وہاں بنانے لگے ہیں اور یہ گھر ایک نہ رہے بلکہ اس گھر کے نتیجہ میں پھر وہاں ہزاروں لاکھوں کروڑوں گھر بنیں اور ہر گھر خدا کی عبادت سے بھرتا چلا جائے۔ یہی ہماری زندگی کا مقصد ہے، یہی ہماری جنت ہے، اللہ تعالیٰ کی یہی وہ رضا ہے جو ہمیں نصیب ہو جائے تو ہم سمجھیں گے کہ ہم دنیا میں کامیاب ہو گئے اور ہماری زندگی کا مقصد پورا ہو گیا۔

خطبہ ثانیہ کے دوران فرمایا:

آج کے اس جمعہ کے لئے چونکہ بکثرت مسافر باہر سے تشریف لائے ہوئے ہیں اور انہوں نے واپس جانا ہوگا اس لئے جمعہ کی نماز کے ساتھ ہم نماز عصر جمع کریں گے۔ دوست جمعہ کی نماز کے بعد عصر کی نماز کے لئے بھی صفیں بنالیں۔ جمعہ کی نماز کے آخری سجدہ میں خصوصیت کے ساتھ آسٹریلیا میں مسجد اور مشن ہاؤس کی تعمیر کی کامیابی کے لئے اور اسے اس تمام علاقے میں اسلام کا نور پھیلانے کا موجب بننے کے لئے دعائیں کریں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۸؍ستمبر ۱۹۸۳ء)